مسابقت کی دوڑ میں لے جائیں۔ یہ قربانی کا سوچا سمجھا رویہ ہے۔ نظام حیدرآباد کی پیش کش تھی کہ ریاست کی ضروریات کے لحاظ سے نصاب میں تبدیلی کریں تو ملازمت بھی دی جائے گی اور مکمل اخراجات بھی اٹھائیں گے۔ مگر یہ پیش کش رد کر دی گئی۔ (ص ۲۴)

جمود' اور تبدیلی کی مزاحمت کی شدت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب ترجمہ قرآن پڑھانے' اور ڈاک خانہ' ریلوے کے قواعد اور تعزیرات ہند پڑھانے کی تجاویز پیش کرتے کرتے تھک گئے کہ اب تو رائے دینے سے بھی طبیعت افسردہ ہوگئی اس لیے کہ کوئی عمل نہیں کرتا۔ (ص ۱۰)

مصنف نے متعدد مفید اور عملی تجاویز پیش کی ہیں اور اس پر زور دیا ہے کہ مختلف مسالک کے مدرسوں کے ذمہ داروں کی باہمی مشاورت کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔ تبدیلی کا کچھ نہ کچھ عمل جاری ہے لیکن ضرورت درست سمت میں رفتار بڑھانے کی ہے۔ (مسلم سجاد)

سقوطِ بغداد سے سقوطِ ڈھاکہ تک' میاں محمد افضل۔ ناشر: مجاہد اکیڈمی' پوسٹ بکس ۲۰۲۱' لاہور۔ صفحات: ۵۶۵۔ قیمت: ۳۶۰ روپے۔

مصنف نے اُمت مسلمہ کی ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ کے ان حوادث و سانحات اور عبرت ناک واقعات کو بڑی کاوش اور محنت و تحقیق کے ساتھ جمع کیا ہے جو اگرچہ بہت تلخ' ناخوش گوار اور پریشان کن ہیں لیکن مصنف کا مقصد اس تفصیل سے سبق آموزی اور حصول عبرت ہے۔ سقوطِ بغداد (عذاب الٰہی کا پہلا کوڑا)' سمرقند سے عذاب الٰہی کا ظہور (فاتح اعظم تیمور اور انسانی کھوپڑیوں کے مینار)' دہلی میں تیمور کی تلوارِ بے نیام (تذکرہ ایک قیامتِ صغریٰ کا)' سرزمین اندلس مسلمانوں پر کیسے تنگ ہوگئی؟ وسط ایشیا اور قفقاز' روسی مسلمان اژدھا کے چنگل میں' سلطنتِ مغلیہ کی ٹوٹ پھوٹ اور نادرشاہ کی شکل میں خدائی عذاب' تخت گاہ سے قتل گاہ تک (ہنگامہ ۱۸۵۷ء)' مسلمانوں کی آخری بڑی سلطنت (عثمانیہ) کی بربادی کی دل خراش داستان' سقوط ڈھاکہ (بیسویں صدی میں مسلمانوں پر ٹوٹنے والی سب سے بڑی قیامت کی کہانی) جیسے عنواناتِ ابواب سے کتاب کے وسیع کینوس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ بقول مصنف: ''اسلامی تاریخ میں ملت کو پیش آنے والے صدمات و حادثات میں سے ہم نے صرف انھی واقعات کو منتخب کیا ہے جن کے اثرات صدیوں تک محسوس کیے گئے یا کیے جائیں گے۔ یہ وہ دردناک حوادث ہیں جن کے لگائے ہوئے زخموں سے اب تک خون رِس رہا ہے''۔ (ص ۱۴)

ملتِ اسلامیہ کو یہ حادثات کیوں پیش آئے؟ مصنف نے دیباچے میں متعدد وجوہ کی طرف اشارہ کیا

ہے: ''مسلمان گذشتہ کئی صدیوں سے فلسفہ توحید کو مکمل طور پر جزو ایمان نہ بنانے کی وجہ سے ذلت و نکبت میں مبتلا ہیں' خصوصاً اس قوم کے طبقہ اُمرا کے دل سے غیرت' حمیت اور ایمان کا نور بالکل ہی نکل چکا ہے''۔ مصنف کہتے ہیں کہ خرابی ہمیشہ اندر سے واقع ہوتی ہے اور پھر سرطان کی طرح پورے نظام کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ جب پھوڑا متعفن ہو جاتا ہے تو پھر نشتر اور آپریشن ناگزیر ہو جاتا ہے۔ قدرت کا کوڑا برستا ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے عبرت کے نشان چھوڑ جاتا ہے' یہ کوڑا کبھی چنگیز کی شکل میں نمودار ہوتا ہے' کبھی ہلاکو کی شکل میں' کبھی تیمور کی صورت میں اور کبھی آپس میں لڑ لڑ مرنے کی صورت میں۔

''قدرت کی طرف سے یہ عذاب اس وقت نازل ہوتے ہیں جب اصلاح کا جذبہ اجتماعی طور پر ختم ہو جائے یا اصلاح کی طرف متوجہ کرنے والے مٹھی بھر عناصر کی بات نہ سنی جائے بلکہ ان کی تذلیل کی جائے'' (ص ۱۸)۔ مصنف نے حوادث و واقعات کے اسباب بھی بیان کیے ہیں اور ان کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ ان کے نزدیک بعض اسباب ہر سانحے میں کارفرما نظر آتے ہیں' جیسے: عدم اتفاق' فرقہ وارانہ افتراق اور حکمرانوں کا شدید بے غیرتی اور فسق و فجور میں مبتلا ہونا۔

پوری کتاب عبرت ناک واقعات سے بھری پڑی ہے۔ نادر شاہ کی فوج دلی کی طرف بڑھی چلی آرہی تھی اور محمد شاہ رنگیلا (بلکہ بیش تر دہلی والے) عیش و عشرت میں ایسے منہمک تھے کہ نادر شاہی فوج کی آمد کی خبر سب سے پہلے ان گھسیاروں کو ملی جو صبح سویرے گھوڑوں کا چارہ حاصل کرنے کے لیے دلّی سے تین چار میل باہر چلے گئے تھے اور کسی طرح بچ بچا کر زخموں سے چور گرتے پڑتے واپس دلّی پہنچے۔ مگر اس سے بھی زیادہ عبرت ناک بات سقوطِ بغداد سے متعلق ہے۔ ہلاکو خان نے فتح بغداد کے بعد آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کو کھانے پر بلایا' اس کے سامنے سونے چاندی کے ڈھیر رکھ دیے اور کہا: ''اسے تناول فرمایئے''۔ خلیفہ: ''میں سونا کس طرح کھا سکتا ہوں؟''۔ ہلاکو: ''پھر آپ نے سونے کو اتنی حفاظت اور اہتمام سے کیوں رکھا ہوا تھا''۔ ہلاکو نے سیم و زر اور جواہرات سے لبریز بڑے بڑے آہنی صندوقوں کی طرف تلوار سے اشارہ کرتے ہوئے خلیفہ سے کہا: ''آپ نے ان صندوقوں کے فولاد سے فوج کے لیے تیر کیوں نہ بنوائے؟ اور یہ تمام سونا اور جواہر اپنے سپاہیوں میں تقسیم کیوں نہ کیے اور آپ نے بغداد سے باہر نکل کر پہاڑوں کے دامن ہی میں مجھے روکنے اور مقابلہ کرنے کی کوشش کیوں نہ کی؟''۔ خلیفہ: ''مشیت ایزدی یہی تھی''۔ ہلاکو: ''اچھا تو اب ہم جو سلوک آپ سے کریں' اُسے بھی مشیت ایزدی سمجھنا''۔ ہلاکو نے مستعصم اور اس کے بیٹوں کو نمدے میں زندہ لپیٹ کر سلوایا اور پھر خونخوار تاتاری سپاہیوں نے ان نمدوں پر گھوڑے دوڑائے اور سموں کے نیچے انھیں مکمل طور پر روند ڈالا۔ بغداد کی تباہی اسلامی تاریخ کا نہایت الم ناک واقعہ ہے۔ بغداد اس وقت مرکز خلافت تھا اور ''دنیاے اسلام کا

سب سے شان دار اور آباد شہر تھا۔ قلعہ بندیاں مضبوط تھیں' لیکن نہ دل اور نہ ایمان مستحکم تھے''۔ (ص۲۲)

مصنف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی نہیں ہے' وہ ہر جگہ ذلت و خواری میں مبتلا ہیں۔ کشمیر' بوسنیا' کوسووا' چیچنیا' عراق' افغانستان' بھارت' فلسطین غرض دنیا کے ہر گوشے میں مسلمانوں ہی کا خون بہہ رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اُمت مسلمہ جس اعلیٰ مشن کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوئی تھی وہ اس سے غافل ہو چکی ہے اور اس نے مادّی ضروریات کی تکمیل ہی کو مقصد زندگی بنا لیا ہے اور اسی لیے وہ حیوانی سطح پر زندگی بسر کر رہی ہے۔ مصنف نے ملتِ اسلامیہ کی جو دل خراش داستان بیان کی ہے وہ عبرت انگیز ضرور ہے لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ قدرت ابھی تک مسلمانوں سے مایوس نہیں ہوئی۔ یہ سانحے خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ہیں۔ اگر قدرت اس قوم سے مایوس ہو چکی ہوتی تو یہ جھٹکے بار بار نہ لگائے جاتے۔ عضو معطل کو بحال کرنے کے لیے ہی بار بار جھٹکے لگائے جاتے ہیں۔

کتاب تمام تر تاریخ پر مبنی ہے' مگر افسانہ و داستان سے زیادہ دل چسپ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ فکر انگیز بھی۔ بیش تر واقعات و احوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُمرا کی عیش کوشی' جاہ و مناصب اور اقتدار کی ہوس' زر و مال سے محبت' شراب نوشی' باہمی نفاق و بغض' فریب کاری' دغا بازی کے ساتھ ساتھ علما و صوفیا کی بے عملی اور ذہنی جمود' علمی تحقیقات سے غفلت' اور جہاد سے بے اعتنائی بھی زوال و ادبار کی وجوہ میں شامل تھے۔ جب تلواریں کند ہو کر رہ جائیں تو قوموں کی تاریخ میں سانحات کا پیش آنا غیر فطری نہیں۔

اس بے اعتنائی' بے نیازی بلکہ بے حمیتی کو کیا نام دیا جائے کہ جب غرناطہ کے مجبور و محصور مسلمانوں نے سلطنتِ عثمانیہ سے' جو اس زمانے میں ایک مضبوط و مستحکم قوت تھی' اسلامی اخوت کے نام پر مدد چاہی تو ترک شہنشاہ نے وہ خط پاپائے روم کو' اور اس نے غرناطہ کا محاصرہ کرنے والے عیسائی شاہ فرڈی ننڈ کو بھیج دیا۔

میاں محمد افضل صاحب نے جس محنت و تحقیق' خلوص و دل سوزی اور نہایت درجہ دردمندانہ ملّی جذبے کے ساتھ کتاب لکھی ہے' اس کا تقاضا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے' خصوصاً نوجوانوں کے لیے اس کا مطالعہ نسبتاً ضروری ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

سیرت بانی دارالعلوم' علامہ سید مناظر احسن گیلانی۔ مرتب: محمد عامر قمر۔ ناشر: مجلس یادگار گیلانی' ڈی-۴۸' گلی نمبر ۳' سیکٹر ۲/۱-۱۱' اورنگی ٹاؤن' کراچی۔ صفحات: ۱۳۲۔ قیمت: ۸۰ روپے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ (۱۸۹۲ء-۱۹۵۶ء) نے دارالعلوم دیوبند کے مجلّہ القاسم میں اس کے اجرا کے موقع پر چھ قسطوں میں ''دارالعلوم کے بانی کی کہانی' انھی کی زبانی'' کے عنوان سے ایک مفصل مقالہ